امیرِ شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری

اور

تحریکِ پاکستان

از مولانا عبداللہ خطیب حاصل پور ضلع بہاولپور

ماہ اکتوبر ۱۹۷۵ء کے ماہنامہ "حکایت" لاہور کے شمارہ میں محترم محمد یونس نامی صاحب کا ایک مضمون بعنوان "منزل کا سراغ" شائع ہوا۔ یونس صاحب نے اپنے مضمون میں تحریک پاکستان کا ذکر کرتے ہوئے اپنی فعال کارکردگی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ ہر جماعت کے مخلص کارکن اور ورکر جذبہ اور جوش و خروش سے نیز دنیا کی یہ میگذیوں سے بے پرواہ ہو کر جماعت کی تعمیر و ترقی اور استحکام کے لیے کام کرتے ہیں۔ اور یقیناً ایسے ہی افراد شبانہ روز محنت سے ساحل مراد کو پالیتے ہیں۔

یونس صاحب نے اپنی خود بیتی میں لکھا ہے کہ میں طالب علمی کے دور میں احرار اور نیشنلسٹ جماعت کے دام فریب اور چکر میں آگیا اور جب قریب رہ کر ان کے ناپاک مشن اور مذموم عزائم سے مطلع ہوا تو فوری راہِ فرار اختیار کرلی۔ وہ اس دور کے ایک جلسہ کا ذکر کرتے ہیں جو احرار ورکروں کی انگیخت پر کرایا گیا۔ اگرچہ بظاہر اس جلسہ کا سارا بندوبست آل نیشنلسٹ طلباء لاہور نے کیا تھا اور یونس صاحب اس آل نیشنلسٹ طلباء کے سیکرٹری تھے۔ یہ جلسہ موچی دروازہ لاہور میں ہوا۔ جلسہ کی صدارت سرحد کے "مردِ آہن" خان عبدالقیوم خان نے کی جبکہ مقررین میں سے صاحبزادہ فیض الحسن صاحب آلومہار والے اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری تھے۔

یونس صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں "امیر شریعت" سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے پاکستان اور پاکستانیوں کا ذکر جن "حسین" الفاظ میں کیا وہ یادگار حیثیت رکھتے ہیں ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔ انہوں نے اپنے مخصوص خطیبانہ جادو بھرے لہجے میں فرمایا "یہ لوگ پاکستان مانگتے ہیں ——— پاکستان ——— جانتے ہو کیا مانگتے ہیں؟ ——— پاکستان! پاکی استان ——— انہیں پاکی استان چاہیئے۔ پاکی استان دے دو استرے ان کے ہاتھوں میں اور بھیج دو ان کو غسل خانوں میں ——— بنالو پاکی استان!"

احقر نے یونس صاحب کا یہ مضمون پڑھا تو دل کو بہت بڑا صدمہ ہوا۔ دل آخر دل ہے یہ ایک نازک

اور حساس آبگینہ ہے جو معمولی اور ہلکی سی چوٹ بھی برداشت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اس پہ کلوخ زنی اور سنگ باری کا وحشت ناک مظاہرہ کیا جائے۔

بعض لوگوں کا یہ پسندیدہ مشغلہ رہا ہے اور آج بھی ہے کہ وہ ہر ناکردہ جرم کی سزا کا مستحق علماء دین کو ٹھہراتے ہیں۔ بلا وجہ ان کو مغلظات اور صلواتیں سناتے رہتے ہیں۔ معمولی باتوں کی آڑ لے کر اپنے غیظ و غضب کا نشانہ بناتے ہیں اور طعن و طنز کے تیروں سے ان عزت مآب مقدس و پاکیزہ روحوں کو مدت سے جوار رحمت میں خواب استراحت کے مزے لوٹ رہی ہیں چھلنی کر کے اپنی علماء دشمنی کے جذبہ کی تسکین کرتے ہیں حالانکہ ہم مشرقی لوگوں کی روایت اس کے بالکل برعکس ہے اور وہ یہ کہ "خطائے بزرگاں گرفتن خطا است"۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مجلس احرار اسلام نے کانگرس کی طرح قیام پاکستان اور تحریک پاکستان کی نہ صرف کھلم کھلا مخالفت کی بلکہ مخالفت میں پورا ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اس کا علم نہ صرف اس وقت کے لوگوں کو ہے بلکہ موجودہ نسل جو اس وقت معرض وجود میں بھی نہ آئی تھی اس کو بھی ہے اور اس قدر ہے کہ گویا وہ اس کے چشم دید گواہ ہیں۔

کیا یونس صاحب گڑے مردوں کو اکھاڑنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ آخر وہ موجودہ اتحاد کی فضا کو مکدر کر کے اپنے کس جذبے کی تسکین چاہتے ہیں۔ یہی کہ اختلاف کی خلیج کو پاٹنے کی بجائے وسیع تر کیا جائے۔ حالانکہ یہ ماضی کے واقعات ہیں کہ جو اب نسیاً منسیاً اور قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔ کیا اب ان کو موجودہ نوجوان نسل کے ہر فرد بشر کے گوش گذار کر کے ان تودوا الامانات الی اھلھا کے بار گراں سے سبکدوشی چاہتے ہیں۔ اور پھر پر کا کوا بنانے میں انہوں نے جس مہارت فن سے کام لیا ہے اور عبارت کے خاص الفاظ کو بین القوسین لکھ کر جس طرح سجایا ہے واقعی یہ یونس صاحب کا ہی حصہ ہے۔ کس عجیب انداز سے تحریر فرماتے ہیں کہ "امیر شریعت" "حسین الفاظ" میں اپنے مخصوص خطیبانہ جادو بھرے لہجے میں۔ یہ تو سونے پر سہاگہ ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ امیر شریعتؒ برصغیر کے ایک عظیم اور نامور خطیب تھے۔ آج بھی برصغیر ایشیا بشمول ایران و افغانستان، برما انڈونیشیا دنیائے خطابت میں ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ شاہ صاحب اقلیم خطابت کے لاثانی تاجدار تھے۔ آپ کی ذات میں وہ تمام خوبیاں اور اوصاف جو ایک کامیاب خطیب کے لیے ضروری ہیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ شاہ صاحبؒ موقع محل کی مناسبت و موزونیت کے پیش نظر ظرافت و لطافت کا اندازہ بھی اختیار کرتے تھے اور اپنے نمکدار ظرافت سے سامعین

کو بھی بہرہ ور کرتے۔ آج تک ان کے نمکینی چٹکلے اور مزاحیہ جملے دفقرے زبان زد خاص و عام ہیں بلکہ اسی بناء پر مفسرِ قرآن ولیٔ زمان حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ جی ایک ولی کامل اور عارف باللہ ہیں۔ انہوں نے اپنی ولایت کی پردہ پوشی کے لیے مزاح کی چادر اوڑھ رکھی ہے۔ لیکن یونس صاحب پاکستان کے لفظ کو اپنے مخصوص خطیبانہ جادو بھرے لہجے میں لکھ کر کس قدر ظلم و ستم فرما رہے ہیں۔

مذہب اسلام میں اور خصوصاً جمہوریت میں ضمیر اور آزادیٔ رائے کے برملا اظہار کا حق معاشرہ کے ہر فرد بشر کو حاصل ہے۔ اختلاف اپنی جگہ باعثِ رحمت اور امرِ حسن ہے لیکن اختلاف برائے اختلاف و انتشار نہ ہو۔ کیا آج تک کسی نے یہ سوچا کہ احرار نے لیگ اور تحریک قیام پاکستان کی مخالفت کیوں کی؟ ان کی مخالفت کس نوعیت کی اور کن امور پر مبنی تھی؟ احرار کیا چاہتی تھی؟ وہ لیگی مسلمانوں کے جذبات سے کھیل کر اپنے آپ کو رسوا کرنے کے کیوں درپئے ہوئی؟ وہ عوام الناس کے طعن و طنز سے بے نیاز ہو کر میدانِ مخالفت میں کیوں کود پڑے؟ کیا احرار کے مسلّمہ زعماء و قائدین علم و دانش اور سیاسی ابجد سے عاری تھے۔ کیا وہ فہم و فراست سے نابلد و ناآشنا تھے، یا وہ حبِ وطن کے ایمانی جذبہ سے تہی دامن تھے؟ اگر کوئی خلوت و یکسوئی میں بیٹھ کر ٹھنڈے دل سے مندرجہ بالا سوالوں پر غور و فکر کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کا ضمیر اس کو مطمئن نہ کرے۔ اور اپنے ہی دل کی گہرائیوں سے ان کا جواب نہ پائے۔

محترم یونس صاحب نے تصویر کا ایک رخ یعنی "پاکستان، قائداعظم اور مسلم لیگ" کا جی بھر کے مذاق اڑایا پیش کیا ہے۔ جبکہ دوسرا رخ یہ ہے کہ لیگی طلباء نے لاہور ایسے مرکزی شہر کے ریلوے اسٹیشن پر دن دیہاڑے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایسی بزرگ ہستی پر شراب پھینکی، ڈاڑھی نوچی، مکے، دھکے دیئے۔ حد یہ کہ چہرۂ مبارک پر تھپیڑ مارے اور سر سے ٹوپی اتار لی گئی۔ اور کانگرسی ملا مردہ باد کے نعروں سے فضا میں ارتعاش پیدا کیا گیا۔

ان مادر پدر آزاد اور بے حیاء، ننگِ انسانیت، شرافت کے دشمنوں، بھیڑیئے نما انسانوں نے ننگے ہو ہو کر ڈانس کیا اور خوب زندہ دلی سے مذاق اڑایا۔ یہ مسلم طلباء تھے جنہوں نے پاکستان میں لا الٰہ الا اللہ (حکومتِ الٰہیہ نظامِ مصطفےٰ) کا راج قائم کرنا تھا۔ شاید انگریز جیسے بدباطن دشمن سے بھی ان بزرگوں کو ایسی روحانی و جسمانی تکلیف نہ پہنچی ہو گی ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ! کہ با من ہرچہ کرد آشنا کرد

امیر شریعتؒ کی قائداعظم سے ملاقات کی خواہش

یونس صاحب نے لکھا ہے کہ قائداعظم کا جی بھر کے مذاق اڑایا۔ اب مندرجہ ذیل پورے

واقعہ سے اندازہ کریں کہ امیر شریعت کے دل میں قائد اعظم کا کس قدر احترام تھا۔ ۱۹۴۵ء میں امیر شریعتؒ نے قائد اعظم سے ملاقات کی خواہش کا بارہا اور برملا اظہار کیا۔ آپ نے اپنی اس خواہش کا اظہار پورے ملک کے طول و عرض میں تقاریر کے دوران کیا اور پھر لاکھوں کے مجمع عام میں دہلی میں لاکھوں کے مجمع میں فرمایا اور قائد اعظم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"پاکستان کی تھیوری میرے بار بار سوچنے پر بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ میں جس قدر اس پر سوچتا ہوں اسی قدر خود ہی کھو جاتا ہوں۔ لیکن اگر آپ کہتے ہیں کہ مسلمان قوم اور خود ہندوستان کی نجات بھی اسی میں ہے تو اس سلسلہ میں میرے چند خدشات ہیں وہ دور کر دیں تو پھر آپ آرام سے بمبئی بیٹھ جائیں میں آپ کے ایک ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے حصولِ پاکستان کے لیے ہندو اور انگریز دونوں سے نپٹ لوں گا۔ دیکھئے مسٹر جناح! یہ دس کروڑ مسلمان قوم کے مذہب اور اُن کی مستقبل کی زندگی کا سوال ہے۔ یہ دس کروڑ عرب سے نہیں آئے بلکہ اسی کفر گڑھ سے خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت خواجہ مجدد الف ثانیؒ، حضرت علی ہجویریؒ (داتا گنج بخش) حضرت نظام الدین اولیاءؒ (دہلی)، حضرت پیرانِ کلیرؒ جیسے ولی، قطب، ابدال اور شب زندہ دار لوگوں نے اپنی ریاضت و عبادت سے راجپوتانہ ایسے کفر گڑھ میں بیٹھ کر انہیں مسلمان کیا تھا۔ اب اگر ہندو اور انگریز کی ملی بھگت سے ان دس کروڑ مسلمانوں کو کسی طرح کا نقصان پہنچا تو اس کی ذمہ داری آپ پر ہو گی۔"

اور اسی جلسہ میں آپ نے عوام سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"میں نے اپنی عمر کا ایک تہائی حصہ فرنگی سے لڑ کر اُس کے جیل خانوں میں گزارا ہے۔ مگر جو بات ایک دفعہ سمجھ میں آگئی ہے پھر اس سے منہ نہیں موڑا۔ اور انگریز جیسی جابر سلطنت کے سامنے کھڑے ہو کر وہی کچھ کہا جو سے میرا ضمیر مطمئن تھا۔ میں مسٹر جناح کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ میری اُن کی سیاسی لڑائی ہے ذاتی نہیں۔ آج میں آپ لوگوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اپنی بات سمجھنے کے لیئے اگر مجھے مسٹر جناح کے قدموں پر اپنی یہ سفید ڈاڑھی بھی رکھنی پڑی تو خدا کی قسم! میں اس سے گریز نہیں کروں گا۔ لیکن بات سمجھے بغیر اُن کی ہاں میں ہاں ملانے پر تیار نہیں ہو سکتا۔ چاہے میری قوم میرے خلاف ہو جائے۔"

قارئین کرام! آپ اس عبارت کی سنجیدگی، متانت اور وزن کو ملاحظہ فرمائیں اور امیر شریعت کے خلوص کی جھلکوں کا نظارہ کریں۔ اب رہا یہ سوال کہ امیر شریعتؒ کے وہ خدشات کیا تھے جو آپ ملاقات کے ذریعے دور کرنا چاہتے تھے لیکن افسوس کہ قائد اعظم نے شرفِ باریابی نہ بخشا۔ جب وہ کٹر ہندوؤں، سکھوں، راجوں مہاراجوں، گاندھی، نہرو، ماسٹر تارا سنگھ سے تو میل ملاپ کر سکتے تھے تو ایک صحیح النسب، شریف النفس فقیرانہ

درویش سے ملنے سے کیوں گریزاں رہے؟ یا پھر آپ کو ایک روایتی مُلّا سمجھتے ہوں گے۔ واللہ اعلم
امیر شریعت کے خدشات ملاحظہ فرمائیں:

امیر شریعت کے خدشات

۲۶ اپریل ۱۹۴۶ء کو اردو پارک دہلی میں رات کے گیارہ بجے پانچ لاکھ کے عظیم الشان مجمع عام میں لگی لپٹی رکھے بغیر فرمایا:

"مجھے پاکستان بن جانے کا اسی قدر یقین ہے جتنا کہ اس بات پر کہ صبح سورج مشرق سے طلوع ہونے والا ہے۔ لیکن یہ پاکستان وہ پاکستان نہیں ہوگا جو اس وقت کے دس کروڑ مسلمانانِ ہند کے ذہنوں میں موجود ہے اور جس کے لیے آپ بڑے خلوص سے کوشاں ہیں۔ ان مخلص نوجوانوں کو کیا معلوم کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ بات جھگڑے کی نہیں سمجھنے اور سمجھانے کی ہے۔ تحریک پاکستان کی قیادت کرنے والوں کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ اگر آج مجھے کوئی اس بات کا یقین دلا دے کہ کل کو ہندوستان کے کسی قصبے کی کسی گلی میں شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہونے والا ہے تو میں آج ہی اپنا سب کچھ چھوڑ کر آپ کے ساتھ رہنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جو لوگ اڑھائی من کی لاش اور چھ فٹ قد پہ اسلامی قوانین نافذ نہیں کر سکتے۔ جن کا اٹھنا، بیٹھنا، جن کا سونا جاگنا، جن کی وضع قطع، رہن سہن، بول چال، زبان، لباس غرض کوئی چیز اسلام کے مطابق نہ ہو وہ ایک قطعہ زمین پر اسلامی قوانین کس طرح نافذ کریں گے"؟

امیر شریعتؒ نے کلہاڑی کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر مشرقی اور مغربی پاکستان کے نقشہ کو سمجھاتے ہوئے کہا:-

"ادھر مغربی پاکستان ہوگا، ادھر مشرقی پاکستان، درمیان میں چالیس کروڑ ہندوؤں کی حکومت ہوگی لالوں کی حکومت، لالے دولت والے، ہاتھیوں والے۔ ہندو اپنی عیاری اور مکاری سے پاکستان کو ہمیشہ تنگ کرے گا، اسے کمزور بنانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ آپ کے دریاؤں کے پانی روک دیئے جائیں گے۔ آپ کی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کی جائے گی اور آپ کی یہ حالت ہوگی کہ بوقت ضرورت مشرقی پاکستان، مغربی پاکستان کی اور مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان کی مدد کرنے سے قاصر ہوں گے۔ پاکستان ہر چند خاندانوں کی حکومت ہوگی اور یہ خاندان، زمینداروں، صنعت کاروں کے خاندان ہوں گے جو اپنی من مانی کارروائیوں سے عوام الناس کو پریشان کر کے رکھ دیں گے۔ غریب کی زندگی اجیرن ہو جائے گی، امیر دن بدن امیر تر ہو جائیں گے اور غریب غریب تر"۔

اسی تقریر میں ہندو سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

"پاکستان کی بُنیاد ہندو کی مسلمان دُشمنی پر استوار ہوئی ہے۔ دولت سے پیار کرنے والے ہندو نے گائے کی پوجا کی، پیپل مہاراج پر پھول چڑھائے، چیونٹیوں کے بلوں پر چاول ڈالے، سانپ کو اپنا دیوتا مانا۔ لیکن مسلمان سے ہمیشہ نفرت کی، اس کے سائے تک سے اپنا دامن بچائے رکھا۔ پھر ایک ایسا وقت آیا کہ بڑے سے بڑے ہندو نے اچھوتوں پر اپنے مندروں کے دروازے کھول دیئے۔ لیکن مسلمان سے اس قدر نفرت کی کہ اُس کے لیے دل کے دروازے کبھی وا نہ کئے۔ آج اسی نفرت کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنا الگ وطن مانگنے پر مجبور ہُوا ہے۔

یہ ہیں امیر شریعت کے خدشات جنہیں بعد کے واقعات و حالات نے لفظ بہ لفظ صحیح ثابت کر دیا اور عربی کا یہ مشہور محاورہ طابق النعل بالنعل پُورا صادق آیا۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے ان خدشات کو کتابوں اور رسالوں میں پڑھ کر اور بڑے بُزرگوں سے سُن کر مجھے جناب پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلّم کا فرمان یاد آجاتا ہے کہ اتقوا فراسۃ المومن ــــ فانہ ینظر بنور اللہ اور کسی نے کیا ہی خُوب کہا ہے:

؎ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

امیر شریعت نے مستقبل کے پیش آمدہ واقعات کو ماضی و حال کے جھروکوں سے دیکھ لیا تھا۔ تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ امیر شریعتؒ کا ایک ایک خدشہ امر واقعہ بن گیا۔

جو لوگ امیر شریعتؒ یا احرار سے وابستہ بزرگوں کو ہندو نواز کانگرسی مُلّا یا ایجنٹ کا راگ الاپتے نہیں تھکتے وہ امیر شریعتؒ کی اس تقریر سے شاہ جیؒ کا ہندو دھرم، ہندو ذہنیت کے بارے میں صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں لیکن ؎ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

اچھا ہُوا کہ امیر شریعت بھلے وقتوں میں دُنیائے فانی سے رُخ موڑ کر دار باقی اور سوئے مولا چل دیئے۔ ورنہ یہ متعصّب، تنگ نظر علماء دُشمن، بے دین عناصر "اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کے مصداق ان مقدس بُزرگوں کو تختۂ دار پر لٹکاتے اور اپنا جرم و کرتوت ان بزرگوں کے کھاتے میں ڈال لیتے اور کہتے کہ یہ تمہاری سازشوں اور عیاریوں کا کیا دھرا ہے۔ اور قاتلانِ وطن (پاکستان) کے گلے میں تو یہ لوگ آج بھی ہار ڈال رہے ہیں اور ان عناصر کو جنہوں نے وطن عزیز کو دولخت کیا آج بھی محب وطن اور قائد عوام کے نام نہاد القاب سے یاد کر رہے ہیں:

؎ جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں   جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

امیر شریعتؒ اور ہندو

امیر شریعتؒ ہندوؤں اور سکھوں سے میدان کار زار میں نپٹنے کے لیے بھی تیار تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے ۱۹۴۶ء کے اواخر میں جو تقریریں کیں وہ یادگار اور مُنہ بولتا ثبوت ہیں۔ میرٹھ میں کانگرس کا اجلاس منعقدہ ۲۲ نومبر ۱۹۴۶ء پر سردار ولبھ پٹیل کی تقریر کا

بڑی سختی سے نوٹس لیا اور آپ نے راولپنڈی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

"عزیزمن وقت آگیا ہے کہ اپنے تمام مذہبی اور سیاسی اختلاف کو بُھلا کر صرف اپنی آبرو بچانے کی تدبیریں سوچیں۔ ہمسایہ قومیں تمہارے مٹانے کی فکر کر رہی ہیں، سکھوں کے گُردوارے اور ہندوؤں کے مندر جنگی قلعے بن گئے ہیں۔ سامانِ حرب سے لیس ہمسایہ قومیں تمہارے خون کی پیاسی ہیں۔ یاد رکھنا اگر اَب بھی تم نے فیصلہ کرنے میں غفلت اور ڈھیل کی تو بیاس اور ستلج میں پانی کی بجائے مُسلمان قوم کا خون بہے گا۔ اٹھو اور حالات سے مقابلہ کے لیے کفن بر دوش ہو جاؤ۔ اپنے گھروں میں سامان حرب جمع کرو۔ خواہ وہ جیسا کیسا ہو اور اپنے بازو میں قوت پیدا کرو۔ یہ لمبی چوڑی تقریروں کا وقت نہیں جاؤ جو کچھ مَیں نے کہا ہے اس کی تیاری کرو۔"

بلکہ آپ نے مخیّر اور با ثروت حضرات کو ترغیب دلا کر سرحد سے اسلحہ منگوایا، جالندھر اور امرتسر میں تقسیم کیا اور غریب آدمیوں کی امداد کی۔ کیا ایسے کردار کے مالک کو کانگرسی مُلّا یا ہندو نواز کہا جاسکتا ہے؟ ذرا گریبان میں جھانک کر دیکھ لیں ؎

آئینہ میں دیکھنے والے جمال کے || اچھے سے سامنا ہے ذرا دیکھ بھال کے

احرار اور لیگ کا اصل اختلاف

قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام کا ملتان میں ایک اجلاس بُلایا گیا۔ امیر شریعت اپنی خانگی مجبوریوں اور معذوریوں کے تحت شرکت نہ کر سکے لیکن آپ نے اپنے خیالات کا اظہار بذریعہ مکتوب کر دیا جو ماسٹر تاج الدین انصاری اور نواب زادہ نصر اللہ خان کو لکھا۔ امیر شریعت کے اس مکتوب کے چند ایک اقتباس پیش قارئین ہیں ملاحظہ فرما کر انصاف فرمائیں کہ کیا یہ جذبات کسی وطن دُشمن کے ہیں یا کسی مُحب وطن کے پاکیزہ خیالات اور اسنحاتِ قلم ہیں جو صاحبِ تحریر کی قلبی کیفیت کے عکاس و آئینہ دار ہیں۔ امیر شریعت لکھتے ہیں :

"لیگ سے ہماری سیاسی کشمکش ختم ہو چکی اور الیکشن کے ساتھ ہی ختم ہو چکی تھی، اس وقت لیگ قوت حاکمہ ہے۔ مُسلمانوں نے اسے بنایا اور قبول کر لیا ہے۔ پاکستان نہ صرف مسلم لیگ کا بلکہ کانگرس کا تقسیم پنجاب کے اضافے کے ساتھ تسلیم کردہ معاملہ ہے جس پر "حضور" برطانیہ کی مُہر ثبت ہے اس میں صرف مسلم لیگ کو ہدف ملامت بنانا شرافت سے بعید ہے۔

۱۔ مسلم لیگ سے ہمارا اختلاف صرف یہ تھا کہ ملک کا نقشہ کس طرح بنے یہ نہیں کہ مُلک نہ بنے (پاکستان) بلکہ یہ کہ اس کا نقشہ کیونکر ہو۔ یہ کوئی بُنیادی اختلاف نہیں تھا نہ حلال و حرام اور نہ ثواب و گناہ کا اور نہ ہی مذہب کا۔ وہ تو ایک نظریئے کا اختلاف تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ

پورے چھ صوبے میں اور مسلم لیگ بھی چاہتی تھی ۔ ہمارا اختلاف صرف مرکز کی علیحدگی پر تھا۔ مسلم لیگ بھی فرقہ وارانہ جماعت تھی اور مجلس احرار بھی ۔ مسلم لیگ میں بھی کوئی غیر مسلم شامل نہیں ہو سکتا اور نہ ہو سکتا ہے (یہ الگ بات ہے کہ قیام پاکستان کے بعد پہلے الیکشن میں مسلم لیگ نے متعدد مرزائیوں (غیر مسلموں) کو صوبائی اسمبلی کے ٹکٹ دیئے ۔ خدا معلوم کہ یہ ان کی سیاسی چال یا کوئی کارگر حربہ تھا یا پھر وسعت ظرفی سمجھئے ۔ بہر کیف یہ امر واقعہ ہے) بس اختلاف تو صرف اتنا تھا کہ ہم کہتے تھے کہ آزادی مل جائے ۔ ذرا سنبھل لیں اور اس کے دس سال بعد بھی مرکز سے علیحدہ ہو جائیں گے ۔ مگر لیگ کہتی تھی کہ نہیں مرکز کے ساتھ ہمارا کوئی الحاق نہیں رہ سکتا ۔ بس اب ہمارا مسلم لیگ سے کوئی اختلاف نہیں ۔ نہ پہلے ہمارے اور اُن کے درمیان مذہبی اختلاف تھا نہ خدا کا نہ رسول کا نہ ہم ولی ہیں نہ لیگ والے قطب ، اگر لیگ والے گنہگار ہیں تو ہم کون سے ولی اللہ ہیں ۔ ہمارا اور اُن کا اختلاف صرف مرکز سے علیحدگی کرنے پر تھا ۔ داغ مرحوم کے الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے ؎

مُدت سے میری اُن کی قیامت کی ہے تکرار ۔۔۔ بات اتنی ہے وہ کل کہتے ہیں مَیں آج

۲ ۔ نیز امیر شریعت نے یہ بھی لکھا :

" میری آخری رائے اب یہی ہے کہ ہر مسلمان کو اب پاکستان کی فلاح و بہبود کی راہیں سوچنی چاہئیں ۔ اور اس کے لیے عملی قدم اٹھانا چاہیئے ۔ مجلس احرار کو ہر نیک کام میں حکومت پاکستان کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے اور خلافِ شرع کام سے اجتناب "

اور جب پاکستان بن گیا

امیر شریعتؒ نے پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد اپنے ضمیر کی صاف صاف اور دو ٹوک بات کہہ دی کہ :-

" مَیں اپنی رائے میں ہار گیا جناح صاحب اور لیگ اپنے مشن اور رائے میں کامیاب ہوئی ، نیز فرمایا یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے پاکستان کی مخالفت کی لیکن جو کچھ کیا اور جو کچھ صحیح سمجھا وہی کچھ کیا ۔ ہمارا ضمیر اس وقت بھی مطمئن تھا اور آج بھی شرمندہ نہیں ۔

؎ ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق ۔۔۔ ازل سے رہا ہے قلندروں کا یہی طریق

امیر شریعت اور استحکام و دفاعِ پاکستان

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خاں مرحوم نے جب بھارت کی سرکار کو جلسہ عام میں مکّہ دکھایا اور اپنے جذبہ جہاد کا اظہار کیا تو شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

" اگر اعلانِ جنگ ہوا تو بُوڑھا بخاری بھی میدانِ جنگ میں کُود پڑے گا ۔ مجھے افسوس ضرور ہے کہ

میں جوان نہیں لیکن دشمن کے مقابلے میں جوان ہوں۔ میری تمنا ہے کہ بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کی بجائے میدانِ جنگ میں جان دُوں۔"

آپ نے اس وقت بڑے بڑے شہروں کے علاوہ قصبات و دیہات کی آبادیوں میں مسئلہ جہاد کو بیان کر کے پُوری قوم کو بیدار کیا اور ملت و آن کی آن پر مرنے مٹنے کے لیے تیار کیا۔ ایک دفعہ ملتان میں احرار ورکروں کو جلسہ عام میں دورانِ خطاب فرمایا کہ بھائی میرا تو شکاری کُتے کا سا حال ہے جو شکار کو دیکھ کر بھونکتا ہے وہ جو کچھ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اسی کی آواز لگاتا ہے وہ دَوڑتا ہے کُودتا ہے پھڑکتا ہے کہ شکار سے لپٹ جاؤں اور بھونکتا ہے کہ اپنے مالک سے اُس کی خبر کر دوں۔ اسی طرح مَیں بھی شکار کو (وطن دُشمن عناصر مرزائی۔ ہندو۔ انگریز) دیکھ رہا تھا اور تمہارے دروازے پر بھونکا۔ جس دروازے پر گیا اُسی نے لاٹھی رسید کی کہ "بے ایمان سونے نہیں دیتا" حالانکہ جو کچھ مَیں دیکھتا تھا اسی کی صدا لگاتا تھا۔"

اللہ اللہ شاہ جی کا جذبہ حب وطن، خلوص نیت، قوم کا درد، ملت کی غمخواری ملاحظہ فرمائیں۔ نامعلوم کلاکلاں روزِ قیامت یہ روسیاہ احکم الحاکمین کی عدالت عالیہ میں کیا مُنہ دکھائیں گے جو پس مرگ بھی وطن دُشمن مخالفِ پاکستان اور کانگرسی ایجنٹ کے تمغے دینے سے باز نہیں آتے۔ ذرا سوچیں اپنی عاقبت کا فکر کریں، من اذی لی ولیاً فقد آذنته بالحرب الحذر الحذر۔

کیا ہم لوگوں نے کبھی مرزائیت، عیسائیت اور اُن کی وطن دشمنی کی کارروائیوں اور سازشوں کا بھی جائزہ لیا ہے اور نقد و تبصرہ کیا ہے۔ کبھی ان کو بھی اپنے ناوک انگلی کا ہدف ٹھہرایا ہے۔ جرائم کے بین السطر ناقابلِ تردید ثبوت کی موجودگی میں کبھی ان کو بھی گردن زنی مجرم قرار دیا ہے اور اُن کے مکروہ و ناپاک عزائم سے قوم اور ملت کو آگاہ کیا ہے۔ جن بدکردار عناصر نے مذہب پہ آرے اور تیشے چلائے اور رُوح اسلام کو ذبح کیا دین و شریعت کی شہ رگ کاٹی۔ کبھی ان کے خلاف بھی کوئی احتجاج یا تحریک چلائی ہے یا ان پر نفرین بھیجی ہے۔ چونکہ موجودہ معاشرے میں صرف علمائے دین ہی لاوارث نظر آتے ہیں تو ان کو کمزور و ضعیف گردان کر مجرم قرار دیا ہے

ہے جُرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

امیر شریعتؒ کا اپنے سیاسی رفقاء کار کو مخلصانہ مشورہ

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۹ء میں جب امیر شریعت اپنی بیماری و کمزوری اور دیگر عوارض کی بناء پر مُلکی سیاسیات سے الگ تھلگ ہوئے تو آپ نے اپنے سیاسی رفقاء کار و احباب کو بُلایا اور فرمایا اگر تم میں سے کوئی مُلکی معاملات میں دل چسپی لینا چاہے یا سیاسی مزاج کا مالک ہو تو میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائے۔ آپ کے اس اعلان و مشورہ کے بعد سیاسی مزاج رکھنے

والے حضرات دھڑادھڑ مسلم لیگ میں شمولیت کرنے لگے۔ افسوس کہ لیگ نے ان کی قدر نہ کی حوصلہ افزائی کے بجائے دل شکنی کی بلکہ ان نووارد حضرات کو دزدیدہ اور مشتبہ نظروں سے دیکھا اور اپنے دروازے بند کر لیے۔ یہ حقیقت ہے کہ لیگ اپنی اپنی عمداً، سہواً غلطیوں اور نااہلی کی بدولت مخلص، فعال اور ہمدرد قوم لوگوں سے محروم ہوگئی۔ سب مفاد پرست، اقتدار کے پجاری ابن الوقت لوگ اکٹھے ہوگئے جنہوں نے بندر بانٹ شروع کر دی۔ اقتدار و کرسی کے حصول اور بقاء و تحفظ کی خاطر مسلم لیگ دھڑے بندی اور باہمی چپقلش اور کش مکش کے نتیجہ میں بہت جلد اقتدار سے محروم ہوگئی۔ اس بنا پر ملک صحیح استحکام اور تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن نہ ہو سکا۔ آئے دن حکومتیں، وزارتیں اور صدارتیں بدلتی رہیں اور " ہر کہ آمد عمارت نو ساخت " کے مقولہ کو دہرایا جاتا رہا اور قائداعظم مرحوم کی اس عظیم امانت کو جو وہ ہمارے سپرد کر گئے تھے بڑی بے دردی اور لاابالی پن سے تباہ و برباد کیا گیا اور خیانت ایسی لعنت کا ارتکاب کیا گیا۔ قوم کے ان لٹیروں کو قائداعظم مرحوم اور ملت جن کی عظیم الشان قربانیوں کا ثمرہ تھا کبھی بھی معاف نہیں کرے گی۔ بشرطیکہ مستقبل کا مورخ اس فریضہ کو دیانتداری سے انجام دے۔

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ علماء حق کی اس جماعت کے رکن رکین اور ایک عظیم فرد تھے جنہوں نے استخلاصِ وطن اور آزادی ملک و ملت کے لیے تعمیر و ترقی اور استحکام کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ ان کی ہڈیوں پر آزادی کا فلک بوس محل تعمیر ہوا جن کا آج نام لینا بھی جرم شمار کیا جاتا ہے۔ آج ان مجاہدین سے قوم کی معصوم اور نوجوان نسل کو برگشتہ کرنے کے لیے غلط اور گمراہ کن مضامین شائع کئے جاتے ہیں اور ان شر انگیز تحریروں پر انعام دیئے جاتے ہیں اور موجودہ حالات میں تو اس مشن کو تیز تر کر دیا گیا ہے تاکہ اہلِ پاکستان علماء کی قیادت سے بدظن ہو جائیں۔ لیکن حقیقت، حقیقت ہوا کرتی ہے۔

پاک و ہند کی وہ کون سی قابلِ ذکر تحریک ہے جس میں ہمارے علماء نے مثالی کردار کا مظاہرہ نہ کیا ہو۔ ملک و ملت کی خدمت کا وہ کون سا شعبہ ہے جس میں ان کی خدمات جلیلہ کا روشن باب نہ ہو۔ پاک و ہند کی وہ کون سی جیل ہے جس میں انہیں آزادی وطن کے جرم میں پابند سلاسل بنا کر محبوس نہ رکھا گیا ہو۔ اور جہادِ آزادی کے سلسلہ میں ان پر کون سا ظلم و ستم ہے جو روا نہ رکھا گیا ہو۔ ان اللہ کے نیک بندوں نے ہر مصیبت کو برداشت کیا اور اف تک نہ کی۔

ربِ ذوالجلال کی قسم! اگر تحریک آزادی ہند سے علماء کا نام مٹا دیا جائے اور ان کے عظیم کردار کو خارج کر دیا جائے تو آزادی کی کہانی نامکمل اور ادھوری رہ جاتی ہے۔ یہ نہ صرف ایک علمی بددیانتی ہوگی بلکہ آئندہ نسلوں پر ظلم عظیم ہوگا۔ آج جہاد و تحریک آزادی کے اصل محرکین و بانیوں اور قائدین کو مصلحت بینی کے مدِنظر نظر انداز

بقیہ ص۲۷ پر